QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

اساتذہ کرام کا کردار در فروغِ حقوقِ مصطفیٰ ﷺ: ایک معاصر تجزیاتی مطالعہ

The Role of Teachers in Promoting the Rights of Prophet Muhammad (PBUH): A Contemporary Analytical Study

Dr. Faryal Umbreen

Assistant Professor/ In charge, Dawah Centre for Women, Dawah Academy/ Post Doc Fellow, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad. Email: faryal.umbreen@iiu.edu.pk

This study explores the obligations of teachers concerning the rights of Prophet Muhammad ﷺ, particularly in the context of contemporary society. Rights, fundamentally, signify truth, obligation, or an established share, and their fulfillment is essential for a balanced and peaceful life. Among human relationships, the connection with Prophet Muhammad ﷺ transcends all others, as exemplified in his saying: *"None of you will have faith until I am dearer to him than his parents, children, and all mankind."* Recognizing and fulfilling these rights requires understanding the deep, enduring bond Muslims have with the Prophet ﷺ. Teachers, as transmitters of knowledge and shapers of character, bear a crucial responsibility in nurturing this relationship. In contemporary contexts, teachers often lack training that aligns with the prophetic model of education. The Prophet ﷺ emphasized education as both an individual duty and a societal imperative, integrating moral, spiritual, and practical dimensions. Effective teachers must embody qualities such as strong faith, sincerity, piety, beneficial knowledge, consistency between word and deed, punctuality, patience, wisdom, open-mindedness, compassion, eloquence, fairness, tolerance, balanced temperament, and encouragement. These attributes enable educators to cultivate students' spiritual, ethical, intellectual, psychological, social, physical, and moral development.

Prophet Muhammad ﷺ exemplified an educational methodology grounded in readiness of learners, awareness of their capacities, gradual instruction, engagement through stories and analogies, concise communication, repetition, and motivational encouragement. He applied patience and foresight to correct errors, promote justice, and foster positive societal values. Through his practices, educators can learn to inspire students, guide moral and ethical behavior, and develop well-rounded individuals capable of addressing the challenges of modern life with balance, moderation, and resilience. the study concludes that following the prophetic model of teaching is indispensable for producing responsible, knowledgeable, and morally upright individuals. Teachers must internalize these attributes and methods to meet the obligations of nurturing the rights of Prophet

Muhammad ﷺ and to prepare students to contribute positively to both individual and societal welfare. The comprehensive integration of faith, character, intellect, and social responsibility, modeled by the Prophet ﷺ, remains a timeless framework for effective teaching and educational leadership in contemporary society.

Keywords: Prophet Muhammad ﷺ, rights, teachers, education, contemporary context

حقوق، حق کی جمع ہے اور اس کے معنی سچائی، واجب مقرر یا ثابت شدہ حصے کے ہیں۔ دراصل حق ایک طرح کا بوجھ ہے جس کی ادائیگی کے بغیر انسان پر سکون زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ حقوق مختلف تعلقات کی بنا پر عائد ہوتے ہیں اور تعلق کی گہرائی پر حق کے زیادہ یا کم ہونے کا انحصار ہوتا ہے۔ انسانی تعلقات کی نوعیت بالعموم دو طرح کی ہوتی ہے۔ عارضی اور اور مستقل، عارضی تعلق کی مثال پہلو کا ساتھی ہے جو سفر میں کچھ وقت ساتھ رہتا ہے پھر تاعمر کبھی سامنا یا رابطہ نہیں ہوتا جبکہ مستقل تعلق ان ہستیوں سے ہوتا ہے جن کے ساتھ عمر عزیز کا حصہ زیادہ حصہ گزرتا ہے لیکن بحیثیت مسلمان حضرت محمد مصطفی ﷺ سے تعلق تمام انسانی تعلقات سے بڑھ کر دائمی اور گہرا ہوتا ہے کیونکہ فرمان نبی ﷺ ہے

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ" [1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والدین اولاد حتی کہ سب انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں!

لہٰذا جب بات حقوق مصطفی ﷺ کی ہو تو اس پاکیزہ ہستی سے تعلق کی گہرائی و دوام کے پیش نظر تمام انسانوں سے بڑھ کر حضور ﷺ کا حق عائد ہوتا ہے، اس حق کا جاننا اور اس کی بہترین ادائیگی کی سعی کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

اساتذہ کرام سے حقوق مصطفی ﷺ کے تقاضے جاننے سے قبل یہ امر مستحضر رہنا چاہیے کہ ہر معاشرے میں اساتذہ نسل نو کی تعلیم کے ذمہ دار ٹھہرائے جاتے ہیں اور تعلیم کسی قوم کے سماجی نظریات اور ثقافت سے گہرے طور پر مربوط ہوتی ہے اس لیے قوم کا نظام تعلیم اپنے مزاج اور موضوعات کے اعتبار سے نہ ہو تو نظریاتی رنگ سے خالی ہو سکتا ہے اور نہ اس میں اتنی معروضیت ہی ممکن ہے کہ اسے اقدار کی گرفت سے آزاد قرار دیا جا سکے [2]۔

ہر نظام تعلیم ایک خاص نظریہ حیات کے حامل افراد تیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر نظریہ و نظام تعلیم اغیار سے لیا جائے تو اساتذہ حقوق مصطفیٰ ﷺ کے تقاضوں کی ادائیگی کماحقہ کرنے سے قاصر رہیں گے۔ چنانچہ اس نظریہ تعلیم کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے جیسے معلم انسانیت ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انسانیت کی تاریخ میں ایک منفرد تعلیمی تحریک کا آغاز کیا۔

آپ نے تعلیم کو انسان کا بنیادی حق اور مسلمان کا بنیادی فرض قرار دیا۔ [3]

اسلامی نظریہ تعلیم میں تعلیم کے دو پہلو ہیں:

(1) ایک پہلو کے اعتبار سے وہ محض فرد کی اصلاح ہے۔

(2) لیکن دوسرے پہلو کے لحاظ سے وہ ایسی اصلاح ہے جس کا نتیجہ معاشرتی بہبود ہے۔

اسلام ایک مذہب نہیں بلکہ مکمل دین ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر اپنی گرفت رکھتا ہے اور ایک بامقصد انفرادی و اجتماعی زندگی کا داعی ہے۔ چنانچہ وہ کسی ایسے نظام تعلیم کو پسند نہیں کرتا جو اس مقصد کے حصول میں معاون نہ ہو قرآن کریم انسانی زندگی کا

مقصد وحید بندگی وعبودیت رب قرار دیتا ہے۔[4] اور اسی بندگی رب کی طرف بلانے اور اس کو عملاً قائم کرنے کے لیے امت مسلمہ کو منصہ شہود پر لایا گیا ہے۔[5]

اس اعتبار سے اسلام ایسے افراد تیار کرنے کا متمنی ہے جو انفرادی طور پر اس عظیم مقصد کے ساتھ پوری طرح وابستہ ہوں اور اجتماعی طور پر کائنات میں اللہ تعالی کی بندگی پر مبنی نظام کو عملاً قائم کر دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ بالخصوص آج امت مسلمہ کو بڑی تعداد میں ایسے ذمہ دار افراد کی تیاری کا چیلنج درپیش ہے جو تقوی، امانت و دیانت، اصابت رائے اور وسعت قلب وہ نظر کے حامل ہوں، دین و دنیا کی تفریق کے بجائے دنیا کے معاملات کو دین اسلام کے مطابق خوب سے خوب تر انداز میں چلانے کے اہل ہوں اور یک رخی انتہا پسندی سے ہٹ کر متوازن اور مثبت رویوں سے متصف ہوں۔

اسلام کے مطلوبہ افراد کی تیاری کی گرانبار ذمہ داری والدین کے بعد اساتذہ کرام پر عائد ہوتی ہے۔ عصر حاضر کے تناظر میں دیکھیں تو یہ بات ناقابل تردید طور پر کہی جاسکتی ہے کہ وطن عزیز میں اساتذہ کرام کی ایک بڑی تعداد ایسی تربیت کے مواقع سے محروم ہے جو انہیں نبوی پیشے سے منسلک ہونے کے تقاضوں سے نہ صرف آگاہ کریں بلکہ بحثیت معلم حقوق مصطفی ﷺ کی ادائیگی پر عملاً آمادہ کریں۔ نبی کریم ﷺ نے استاد کی حیثیت سے ہر عمر اور جنس کے افراد کی رہنمائی و تربیت کا فرض ایسی بے مثال کامیابی سے انجام دیا کہ عرب کے ریگستانوں میں بکریاں چرانے والے پوری دنیا کے امام بن گئے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں طالبعلم کی شخصیت سازی کے لیے ضروری ہے کہ استاد میں ایسی بنیادی صفات پائی جائیں جو طالبعلم کی تربیت پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔ چنانچہ اساتذہ کے لیے چند مطلوبہ اوصاف حسب ذیل ہیں:

1۔ قوی ایمان

مضبوط ایمان ہی دراصل وہ قوت ہے جو استاد کو اپنے فریضے کی احسن ادائیگی کے لیے توانائی فراہم کرتا ہے، اپنے رب کی محبت، نبی مہربان ﷺ کے اتباع کی تڑپ اور آخرت کی جوابدہی کا خوف استاد کو اپنے طالب علم کی تعمیر سیرت کے لیے ہمہ وقت فکر مند و مصروف عمل رکھتا ہے۔ ضعیف ایمان کا حامل استاد اپنے طالبعلموں کے دلوں میں ایمان کے چراغ کو وہ روشنی فراہم نہیں کر سکتا جو ان کی مطلوبہ کردار سازی کے لیے درکار ہوتی ہے

2۔ اخلاص

قوی ایمان کے بعد پہلی مطلوبہ صفت اخلاص ہے۔ استاد کے لیے لازم ہے کہ تعلیم و تربیت کا فریضہ خالص اللہ تعالی کی رضا کی خاطر سرانجام دے۔ صرف دنیاوی منفعت کو مطمع نظر نہ بنائے۔ اخلاص کی صفت سے محرومی اساتذہ کو ادائیگی فرض میں کوتاہی پر آمادہ کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نیت کو خالص نہ رکھنے والے شہید، سخی اور عالم کو دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ لہذا استاد کو نہ صرف اپنی نیت خالص رکھنی چاہیے بلکہ طلبہ کو بھی اخلاص نیت کا سبق آغاز سے ہی دینا چاہیے۔

3۔ تقویٰ

اگر مربی خود تقویٰ کی روش پر عامل نہ ہو، اس کے معاملات و کردار میں اللہ تعالی سے بے خوفی جھلکتی ہو تو زیر تربیت فرد کی شخصیت پر اس کے شدید منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہذا استاد کو متقی و پرہیز گار ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں علماء کی صفت تقوی بتائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ[6]

ترجمہ "بے شک اللہ کے بندوں میں اہل علم ہی اللہ کی خشیت اختیار کرتے ہیں"

4۔ علم نافع

عربی زبان کا مقولہ ہے کہ جو خود محروم ہو وہ بھلا دوسرے کو کیا دے گا۔ چنانچہ استاد کے لیے لازمی ہے کہ نہ صرف دین کا ضروری علم حاصل کرے بلکہ تعلیم و تربیت کے اصولوں کے علم سے بھی بہرہ مند ہو تاکہ طلبہ کو درست رہنمائی دینے کے قابل ہو سکے۔ معلم انسانیت خود اللہ تعالی سے دعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا[7]

"اے اللہ جو تو نے مجھے علم دیا ہے اس سے مجھے نفع دے اور مجھے وہ علم دے جو نفع پہنچائے اور میرے علم کو بڑھا"

5۔ قول و عمل میں یکسانیت

قول و عمل میں یکسانیت قرآن کے انسان مطلوب کی لازمی صفت ہے۔ اللہ تعالی کے نزدیک قول و فعل کا تضاد نہایت بری حرکت اور قابل گرفت ہے۔[8]

کے لیے یہ صفت اس لیے بھی لازمی ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد محسوس کرنے والا طالب علم اس کی نصیحتوں پر عمل کرنے سے کترانے لگتا ہے۔ اس کا اپنے استاد پر اعتماد مجروح ہو جاتا ہے چنانچہ طالب علم کی شخصیت تعمیر ہونے کی بجائے تخریب و انتشار فکر سے دوچار ہو جاتی ہے۔

6۔ پابندیٔ وقت

پابندیٔ وقت استاد کے لیے انتہائی لازمی صفت ہے۔ جو استاد خود وقت کا احترام نہ کرے وہ طالب علم کو وقت کی قدر و قیمت سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ وقت دراصل زندگی ہے۔ وقت کو ضائع کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ مومنین پر تو نماز بھی وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ آج ہماری قومی زندگی میں پابندی وقت کا التزام نہ کرنے پر ہم ترقی کرنے میں دنیا میں بہت سے ایسے ممالک سے پیچھے رہ چکے ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ یا بعد میں آزادی حاصل کی اور اس قومی جرم کے فروغ میں تمام ذمہ داران تربیت شریک ہیں۔

7۔ نرم خوئی و حلم (بردباری)

نرم خوئی اور بردباری ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے طالب علم اپنے استاد سے قریب ہوتا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ اس کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ فوری برافروختہ ہو جانے والے استاد سے طالب علم کلام کرنے کا حوصلہ کھو دیتا ہے کجا کہ اپنے مسائل اس کے سامنے پیش کر کے ان کا حل جان سکے اور اپنے مستقبل کے لیے رہنمائی حاصل کر سکے۔ حلم کی بدولت تمام امور میں نرمی اختیار کرنا ممکن ہوتا ہے اور اللہ تعالی نرمی پر جو کچھ عطا فرماتے ہیں وہ سختی پر عطا نہیں فرماتے۔

8۔ حکمت و بصیرت

ایک استاد کے لیے حکمت و بصیرت نہایت ضروری ہے۔ ﷺ نے کلمہ حکمت کو مومن کی گم شدہ میراث قرار دیا ہے[9]

صرف زیر تربیت افراد کے بیانات سن کر فیصلہ صادر کرنے میں بعض اوقات غلطی کا امکان ہوتا ہے ایک طالب علم جو قوت بیان رکھتا ہے اور وہ دوسرے پر حاوی ہو کر اپنے موقوف کو قوی ثابت کر سکتا ہے تاہم معاملہ فہم استاد اپنی حکمت وبصیرت کی بنیاد پر غور وفکر کے بعد زیادہ درست فیصلہ کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

9۔وسعت قلب ونظر

مومن نہ تنگ نظر ہوتا ہے اور نہ تنگدلی اس کا شیوہ ہوتی ہے۔چنانچہ وسعت قلب ونظر کے حامل افراد کی تیاری کے لیے یہ لازمی ہے کہ استاد خود اس صفت سے مزین ہو بصورت دیگر طالب علم بھی اس صفت سے محروم رہے گا۔استاد کو بدلتے دور کے تقاضوں اور طلبہ کی بدلتی عمر کے مطابق ان کی تربیت کے لیے ذاتی رائے پر اصرار کی بجائے شریعت کو بنیاد بنانا چاہیے، نیز طلبہ کو معاف کرنے میں فراغ دلی سے کام لینا چاہیے۔یہاں ایک صحابی کی مثال بہت کافی ہے جو شراب پینے کے روگ میں ایسے مبتلا ہوئے کہ بار بار سزا کے باوجود اس غلطی میں مبتلا ہو جاتے تو ایک مرتبہ جب انہیں شراب پینے کی حالت میں لایا گیا اس پر ایک صحابی نے ان پر لعنت بھیج دی کہ یہ بار بار غلطی کرتا ہے اس پر نبی ﷺ نے فرمایا

"لعنت نہ بھیجو یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے"[10] اس طرح آپ نے مسلسل خطا کرنے والے کے لیے بھی اصلاح کی امید رکھی جو اساتذہ کے لیے لائق تقلید ہے کہ بشری کمزوری کی بنا پر اگر طلبہ بار بار بھی غلطی کر بیٹھیں تو استاد ان سے مایوس نہ ہوں بلکہ در گزر کر کے اصلاح کا راستہ کھلا رکھیں۔

10-شفقت ومحبت

ﷺ اپنے تمام اصحاب سے ایسا مشفقانہ برتاؤ اختیار فرماتے کہ ہر ایک یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اسے چاہتے ہیں۔چنانچہ معلم اعظم ﷺ کی پیروی میں ہر استاد کو اپنے طلبہ کے لیے شفقت ومحبت کا پیکر ہونا چاہیے۔اگر استاد اس صفت سے عاری ہو تو طلبہ کبھی اس کی جانب مائل نہیں ہو سکتے۔نہ ہی اس کی خوش دلی سے اطاعت کرنا اور اس کی شخصیت سے سیکھ کر اپنی سیرت سازی کرنا طلبہ کے لیے ممکن ہو سکتا ہے۔معلم اعظم ﷺ نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کو کھانا تناول کرنے کا صحیح طریقہ جس مشفقانہ انداز میں سکھایا[11] اس کا نتیجہ یہ تھا کہ عمر بھر انہوں نے اسی طریقے کو اختیار کیے رکھا بلکہ تا قیامت پوری امت اس پر عمل پیرا رہے گی۔

11-حسن گفتار

استاد کی زبان، لب ولہجہ اور طرز گفتگو کا اثر اس کے طلبہ پر بہت پڑتا ہے۔مربی اعظم محمد ﷺ کی آواز نہ بہت بلند ہوتی تھی اور نہ پست، اسی طرح الفاظ گفتگو ضرورت سے زیادہ ہوتے تھے نہ کم دوران گفتگو تمام شرکائے مجلس پر توجہ فرماتے تھے۔غرض آپ ﷺ کی شیریں کلامی مخاطب کا دل جیت لیتی تھی۔لہٰذا استاد کے لیے بے حد ضروری ہے کہ وہ حسن گفتار کی صلاحیت رکھتا ہو اس سے نہ صرف طالب علم اپنے استاد کی بات توجہ سے سن کر عمل کرے گا بلکہ اسے خود بھی عمدہ گفتگو کا سلیقہ سیکھنے کا موقع ملے گا۔

12-عدل وانصاف

استاد کو اپنے طلبہ کے مابین عدل وانصاف روا رکھنا لازم ہے کیونکہ جو طالب علم ناانصافی کا شکار ہو گا اس کے دل سے استاد کے محبت و احترام جاتا رہے گا اسی طرح تعلیم وتربیت کے ذریعے مطلوبہ شخصیت کی تیاری ایک ناممکن امر بن کر رہ جائے گا۔چنانچہ استاد کو حتی الوسع اپنے طلبہ کے درمیان عدل وانصاف پر مبنی رویہ رکھنا چاہیے۔بلاشبہ اللہ تعالٰی عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔[12]

13-حسن ظن اور چشم پوشی

کسی فرد کی تربیت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس کے بارے میں حسن ظن سے کام نہ لیا جائے بلکہ سیرت و کردار کی تعمیر جیسے عظیم الشان کام کے لیے ضروری ہے کہ اوّل تو جب تک غلط بات واضح طور پر سامنے نہ آجائے ذرہ برابر بدگمانی سے بچا جائے اور اگر غلطی واضح ہو کر سامنے آجائے تب بھی حتی الامکان خوش گمانی سے کام لے کر، کوئی تاویل کر کے نظر انداز کر دیا جائے اور چپکے سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے کیونکہ استاد کی نظر ایک طبیب کی طرح مریض کے لیے ہمدردی اور مرض سے نفرت لیے ہوئے اٹھتی ہے نہ کہ ایک تھانیدار کی طرح جس کی نگاہ بسا اوقات فریادی کو مجرم سمجھتی ہے۔ حسن ظن اور چشم پوشی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہؓ کی لغزش پر اسوہ حسنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ فتح مکہ کے عظیم الشان موقع پر قریش مکہ کو مخبری کرنا بہت بڑی خیانت کے مترادف تھا جبھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ ﷺ سے ان کی گردن اڑانے کی اجازت طلب کی لیکن مربی اعظم ﷺ کا جواب یہ تھا۔

"یہ اصحاب بدر میں سے ہیں تمہیں کیا معلوم؟ اللہ تعالٰی بدر والوں کے حالات سے آگاہ ہے تبھی تو اللہ تعالٰی نے کہا ہے میں نے تم لوگوں کو معاف کر دیا"[13]

14-متوازن مزاج شخصیت

استاد کو نہ تو ہر وقت غضب ناکی اور سخت گیری کی تصویر بنے رہنا چاہیے اور نہ ہر وقت قہقے لگانا اس کے منصب کو زیبا ہے۔ تاہم اس کو متوازن شخصیت ہونا چاہیے تاکہ طالب علموں پر ایسا رعب بھی قائم رہے جس کی بنیاد پر اسے احترام اور مطلوبہ مقام حاصل رہے اور شگفتہ مزاجی و دلآویزی کی بنا پر طالب علم اس کی موجودگی سے خوشی واطمینان محسوس کریں۔ نبی کریم ﷺ کے تبسم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ تقویت پاتے تھے اور ان کے پرجوش خطبوں کے زیر اثر زار و قطار آنسو بھی بہاتے تھے۔ آپ ﷺ کی شخصیت سنجیدگی و مزاح کا حسین امتزاج لیے ہوئے تھی۔ اساتذہ کے لیے ایسی شخصیت کا حامل ہونا زیر تربیت افراد پر زبردست مثبت اثر کا سبب ہوتا ہے۔

طالب علم کی شخصیت کے چند توجہ طلب پہلو

استاد کی ذمہ داری صرف متعلقہ مضمون کی تدریس پر ختم نہیں ہوتی بلکہ معاشرہ استاد سے ایک ماہر کاریگر کی طرح کامیاب شخصیتوں کی تشکیل کی توقع رکھتا ہے لہٰذا استاد کو اپنے طالب علم کی شخصیت کے اہم پہلوؤں پر خصوصی توجہ دینی لازمی ہے۔ شیخ عبداللہ ناصح علوان نے شخصیت انسانی کے سات اہم پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے مربی حضرات کو متوجہ کیا ہے کہ انہیں زیر تربیت افراد کی ان تمام پہلوؤں سے تربیت و رہنمائی کرنا ہے۔ وہ پہلو یہ ہیں:

1-ایمانی تربیت

2-اخلاقی تربیت

3-جسمانی تربیت

4-عقلی تربیت

5-نفسیاتی تربیت

6-معاشرتی تربیت

7-جنسی تربیت[14]

مجموعی طور پر یہ تمام پہلو ایک شخصیت کی تشکیل میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

چنانچہ زیر تربیت طالب علم کی ایمانی تربیت کے ذریعے بنیادی عقائد کی پختگی اس کی شخصیت کو مضبوط بنیاد عطا کرتی ہے۔

فکری و عقلی اعتبار سے اپنے طلبہ میں حصول علم کا شوق بیدار کرنا اور خلیفۃ اللہ فی الارض کی حیثیت سے مطلوبہ کردار کی ادائیگی کے لیے تیاری استاد کی اہم ذمہ داری ہے۔

جسمانی طور پر قوی مومن بننے کی طرف متوجہ کرنا اور مثبت تفریح کے مواقع فراہم کرنا بھی کامیاب شخصیت کی تعمیر کے لیے ضروری ہے۔

استاد کی شخصیت طالب علم کے خلاق پر گہرا اثر مرتب کرتی ہے چنانچہ بنیادی اخلاقیات کو اپنے طلباء راسخ کرنا اور امھات رذائل اخلاق سے اجتناب کا عملی سبق دینا از حد ضروری ہے۔ نفسیاتی تربیت میں استاد اپنے طالب علم کی شخصیت کے کمزور پہلوؤں کی اپنی خصوصی توجہ سے با آسانی اصلاح کر سکتا ہے۔ چنانچہ حسد، احساس کمتری، خوف اور غصے جیسی نفسیاتی بیماریوں سے آغاز ہی میں چھٹکارا پانا ممکن ہو سکتا ہے، معاشرتی اعتبار سے طالب علم کو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کے آداب کی تعلیم دینا فرائض کی احسن ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے حقوق کی مناسب انداز میں حفاظت کا سبق دینا بھی ناگزیر ہے۔

ملت اسلامیہ کو غیرت مند خود دار اور فکری طور پر توانا افراد کی فراہمی اسی صورت ممکن ہے کہ مربی حضرات بالخصوص اساتذہ تمام مذکورہ پہلوہائے شخصیت کی سیرت مطہرہ ﷺ کی روشنی میں تعمیر کے لیے مصروف عمل ہوں

معلم انسانیت ﷺ کا اسلوب تعلیم و تربیت

قرآن کریم میں معلم انسانیت کے ظہور سے قبل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے جو دعا مذکور ہے۔[15] اس میں چار امور شامل ہیں:

1 تلاوت آیات

2 تزکیہ

3 کتاب

4 حکمت کی تعلیم

اس دعا کی قبولیت کا ذکر بھی قرآن کریم میں کیا گیا ہے[16]

ہم دیکھتے ہیں کہ معلم انسانیت کے اسوہ تعلیم و تربیت میں چاروں امور بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ سیرت مطہرہ کی روشنی میں اسلوب تعلیم و تربیت کو حسب ذیل نکات کی صورت میں واضح کیا جا سکتا ہے:

1-آمادگی

نبی مکرم ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں اس اصول پر عمل فرمایا کہ بات اس وقت کہی جائے جب مخاطب سننے کے لیے آمادہ ہو۔ زبردستی معلومات ٹھونسنا فائدے کی بجائے نقصان کا سبب بن جاتا ہے بعض اوقات مخاطب بوریت کا شکار ہو کر اچھی بات سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے۔ آپ ﷺ نے ذمہ داران تعلیم و تربیت کو یہ پیغام دیا۔

"يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا" [17]

"آسانی پیدا کرو مشکل کا سبب نہ بنو خوشخبری دو اور نفرت نہ لاؤ۔"

2-مخاطب افراد کی استعداد کا خیال رکھنا

اگر معلم اپنے مخاطبین کی ذہنی اور فکری استعداد، طبعی رجحانات، مشاغل و مشاکل کو نظر انداز کر کے تعلیم و تربیت کا فرض انجام دینے کی کوشش کرے گا تو ہرگز کامیاب نہ ہو گا۔ سیرت مطہرہ کے بے شمار واقعات سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ہر مخاطب کو اس کی استعداد کے مطابق نصیحت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تو آپ ﷺ نے براہ راست آسان و مختصر انداز میں ان کی عمر و استعداد کے مطابق چند اہم باتوں کی تعلیم دی جن کے معنی عظیم مگر سکھانے کا انداز نہایت آسان فہم تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے بیٹے! میں تمہیں کچھ باتیں سکھائے دیتا ہوں تم اللہ کی شریعت کی پابندی کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اس کی شریعت کی پابندی کرو گے تو تم اسے اپنی مدد کے لیے تیار پاؤ گے۔ تم جب بھی مانگو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جب مدد چاہو اللہ تعالیٰ سے چاہو تم یہ بات ذہن میں رکھو کہ اگر سارے لوگ اکٹھے ہو کر تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو تمہیں اس کے علاوہ کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں کر رکھا ہے اور اگر پوری دنیا تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو وہ تمہیں اس کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے۔ قلم رک گئے ہیں اور نامے خشک ہو چکے ہیں۔"[18]

3-حمد و ثنا سے آغاز

رب العالمین کی حمد و ثنا کے کلمات سامعین کے اندر ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ قبولیت و آمادگی کے احساسات پیدا کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ہر خطبے سے قبل حمد و ثنائے رب جلیل اساتذہ کے لیے نمونہ عمل ہے کہ وہ اپنی گفتگو کا آغاز ہمیشہ اسی انداز سے کریں تاکہ مخاطبین کے قلب و ذہن گہری تاثیر قبول کریں۔

4-تدریج و ترتیب کا التزام

اصلاح و تربیت کے عمل میں تدریج و ترتیب کو بہت اہمیت حاصل ہے اور حیات طیبہ آغاز سے اختتام تک اس اہم نفسیاتی اصول کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اس ضمن میں سیدنا معاذؓ بن جبل کی یمن روانگی کے وقت نبی مکرم ﷺ کی نصیحت کی مثال اساتذہ کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ کہ نہ صرف تمام اچھی باتوں کی تلقین یکبارگی نہیں کرنی چاہیے بلکہ درجات و مراتب کا خیال بھی رکھنا لازم ہے یعنی اہم ترین بات کی طرف پہلے توجہ دلائی جائے پھر اس سے کم اہم کی طرف متوجہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم ایک ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں تم پہلے انہیں توحید اور رسالت کی دعوت دینا پھر وہ یہ بات مان لیں گے کہ اللہ ایک ہے، محمد ﷺ اس کے رسول ہیں تو پھر انہیں یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو مالداروں سے لی جائے گی اور غریبوں کی ضروریات پر خرچ کی جائے گی۔"[19]

5-مخاطبین میں تحریک و تجسس پیدا کرنا

سیکھنے کے عمل میں تیزی اور تقویت کے لیے تحریک و تجسس ابھارنے کا اصول بے حد کارگر ثابت ہوتا ہے۔ معلم انسانیت اپنے مخاطبین سے ادھوری بات یا سوال کے ذریعے انہیں خوب متوجہ فرماتے تاکہ وہ بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر سکیں اسی طرح اپنے مخاطبین کو بھی سوالات کا موقع دیتے اور اس کی تشفی کے لیے جواب ارشاد فرماتے اس طرح مخاطبین کو پوری طرح مطمئن فرماتے ایک مرتبہ صحابہ سے سوال فرمایا"کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟"

صحابہ کرام نے جواب دیا ہم مفلس اس کو سمجھتے ہیں جس کے پاس نہ کوئی سامان ہو اور نہ درہم و دینار، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں نماز، روزے اور زکوۃ لے کر حاضر ہو گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا، کسی کو زدو کوب کیا ہو گا. چنانچہ اس کے خلاف ان مدعیوں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، جب اس کے پاس نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مدعی باقی رہیں گے تو ان کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے یہاں تک کہ ان گناہوں کی پاداش میں اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔[20]"

6-اعادہ و تکرار

فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ بار بار دہرائی جانے والی بات کا نقش دل و دماغ پر گہرا ہوتا ہے۔ معلم اعظم ﷺ نے اس اصول کو اختیار فرمایا چنانچہ جس چیز پر زور دینا ہوتا یا اس کی اہمیت بالخصوص واضح کرنا مقصود ہوتی ، اس کے لیے الفاظ کو بار بار دہراتے۔ روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، جب پوچھا گیا کون یا رسول اللہ ﷺ ؟ تو فرمایا :وہ جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔"[21]

7-طویل گفتگو سے اجتناب

گفتگو کی طوالت سامع کی توجہ اور انجذاب کے عمل کو متاثر کرتی ہے۔ چنانچہ مختصر اور مدلل گفتگو کے ذریعے مخاطب کو مطلوبہ معلومات موثر طور پر پہنچانا سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے۔ شمائل نبوی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے آپ کی یہ خوبی بار بار سامنے آتی ہے کہ آپ جوامع الکلم تھے۔ تکلف و تصنع سے ہٹ کر فصیح و بلیغ گفتگو فرماتے، جو مخاطب کے دل میں اتر جاتی۔

8-قصص وواقعات کے ذریعے

قصص وہ واقعات شخصیت سازی میں بے حد موثر ذریعہ ہوتے ہیں ان سے نہ صرف فکری اصلاح ہوتی ہے بلکہ انسان اپنے اندر عمل کی قوت بھی محسوس کرتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اگر پہلے لوگ ایسے عمل کرتے رہے تو میرے لیے بھی یہ کام ناممکن نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے قصص و واقعات کے ذریعے صحابہ کی شاندار تربیت کی۔ جن میں غار والوں کا قصہ بالخصوص آج بھی زبان زد عام ہے۔[22] چنانچہ اساتذہ کو بھی اس انداز ربیت سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

9-تشبیہات کے ذریعے

تشبیہ کو علم البلاغہ میں بھی سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ اس کے ذریعے بات مخاطب کو بہت اچھی طرح سمجھ آتی ہے نبی کریم ﷺ اپنی نصیحتوں کو موثر بنانے کے لیے مخاطبین کے عام مشاہدے کی اشیاء سے تشبیہات پیش کرتے تھے تاکہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے "مومن مومن کا آئینہ ہے۔"[23]

10. اشارات کے ذریعے

جب سمجھانے والا اپنے ہاتھوں کے اشارے یا مختلف خطوط اور لکیروں کے ذریعے کوئی بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ باآسانی مخاطبین کے ذہنوں پر نقش ہو جاتی ہے۔ بالخصوص مشکل تصورات کو سکھانے کے لیے یہ ذریعہ بے حد موثر ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے طریقہ تعلیم و تربیت میں اکثر اشارات و خطوط کی مدد لیا کرتے۔ امام بخاری نے سہیل بن الساعدی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔"[24]

یعنی نبی کریم ﷺ کے قریب ترین۔ جہاں درمیان میں کوئی حائل نہ ہو۔ یہ اسلوب صحابہ کو کفالت یتیم میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے پر آمادہ کرتا تھا۔

11- موقع محل کی مناسبت سے فائدہ اٹھانا

استاد کو تربیت کے کسی موقع پر غفلت نہیں برتنی چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب بھی موقع مناسب جانا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی تربیت کے لیے فوری اہتمام فرمایا۔ "ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کے ساتھ گزرتے ہوئے راستے میں چھوٹے کانوں والا بکری کا بچہ مردہ پڑا دیکھا تو اپنے اصحابؓ سے سوال کیا: "تم میں سے کون اس مردہ بچے کو ایک درہم میں خریدنے کے لیے تیار ہے؟"

صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: "ہم کسی بھی قیمت پر اسے خریدنا نہیں چاہتے۔ یہ ہمارے کسی کام کا نہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے؟"

صحابہ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول ﷺ اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان چھوٹے ہونے کا عیب اس میں تھا اور اب تو یہ مردہ ہے۔ اس لیے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اب اسے کوئی خریدے۔"

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ ذوالجلال کی قسم! یہ بچہ تمہاری نظر میں جتنا بے وقعت ہے، دنیا اللہ کی نظر میں اس سے زیادہ بے وقعت ہے۔"[25]

اس گفتگو کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی نگاہیں کبھی دنیا کی جگمگاہٹ سے خیرہ نہ ہو سکیں یہ نبی کریم ﷺ کے اسلوب تربیت کا کمال ہے۔

12- حوصلہ افزائی

زیر تربیت فرد کو حوصلہ افزائی کی بدولت اچھائی پر قائم رہنے کی جو قوت ملتی ہے وہ شاید کسی اور انداز سے نہ مل سکتی ہو چنانچہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی بھلائیوں کی حکیمانہ انداز میں حوصلہ افزائی کا اہتمام کیا جس سے ان کے اندر بھلائی اور استقامت کا جذبہ پروان چڑھا۔ چنانچہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے غزوہ تبوک کے سخت حالات میں ایک ہزار دینار انفاق کیے تو رسول اللہ ﷺ ان دیناروں کو اچھالتے جاتے اور فرماتے جاتے۔ "آج کے بعد عثمان غنی کو کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچائے گا"۔[26]

ان کلمات کی لذت نے یقیناً سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو نیکی میں مزید سبقت لے جانے کی تڑپ عطا کی ہو گی۔

13-غلو سے مجتنب معتدل مزاج افراد کی تیاری

غلو فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ چنانچہ ازل سے یہی قاعدہ ہے کہ جن قوموں نے غلو کی روش اختیار کی وہ تا دیر اس پر قائم نہیں رہ سکیں، اس لیے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صاف الفاظ میں اپنے صحابہ کو فرمایا تھا:

"دین میں غلو کرنے سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔"[27]

اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی مرحلے پر اپنے زیر تربیت افراد میں غلو پسندی دیکھیں تو فوری اصلاح کریں۔ ان کو غور و فکر اور قول و فعل، غرض ہر معاملہ حیات میں اعتدال اور توازن کا سبق دیں۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنے اصحاب کی تربیت میں اس پر کڑی نظر رکھتے اور فوری اصلاح فرماتے۔ چنانچہ جب سیدنا معاذ بن جبل کی طویل قرأت والی امامت کی شکایت آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تک پہنچی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا:

"اے معاذ! کیا تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالتے ہو؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ناپسندیدگی کے اظہار کے لیے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے"[28].

اسی طرح حضرت عبد اللہؓ بن عمرو کی نفل عبادت میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر ان کے گھر والے ان سے شاکی ہوئے، جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو خبر ہوئی تو فرمایا:

"ایسا نہ کرو، روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو، سوؤ بھی اور جاگو بھی، اس لیے کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، جو لوگ تم سے ملنے آتے ہیں ان کا بھی تم پر حق ہے۔"[29]

دراصل زندگی کے کسی پہلو میں غلو اختیار کرنے سے دیگر پہلو لازماً متاثر ہوتے ہیں اور یہ بات دین اسلام کے مزاج کے خلاف ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو امت وسط یعنی معتدل امت بنایا ہے۔[30]

بالخصوص عصر حاضر میں اساتذہ کرام کو اس جانب ضرور توجہ دینی چاہیے تاکہ دنیا کے سامنے اسلام کا اصل چہرہ آسکے نہ کہ نادان مسلمانوں کے رویے اور دشمنان اسلام کی سازشوں کی وجہ سے اہل عالم اسلام کو انتہا پسندی اور جنونیت کا مذہب قرار دینے میں کامیاب ہو جائیں۔

14-امید و بلند حوصلگی

حالات خواہ کتنے ہی ناساز گار ہوں، ہمت ہار جانا اور ہتھیار پھینک دینا سنت مطہرہ کی صریح خلاف ورزی ہے۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جس دور پر آشوب میں کلمہ حق بلند فرمایا وہاں پر مسلمان شدید آزمائش سے دوچار ہونے کے بعد باوجود پر عزم، پر امید اور بلند حوصلہ رہے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قائد اسلام تاریک ترین حالات میں بھی پر امید تھے اور اپنے ساتھیوں کو پر امید رکھے ہوئے تھے۔

حضرت خباب بن الارت کی جانب سے ایذا رسانی کی شکایت اور دعا کی درخواست پر آپ کا جواب بلند حوصلگی اور امید کے سبق کی روشن دلیل ہے آپ نے فرمایا:

"تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں جن کی ہڈیوں سے گوشت اور پٹھوں کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیل دیا گیا، ان میں سے کسی کے آری سے دو ٹکڑے کر دیے گئے، وہ ان تکلیفوں کو برداشت کرتے تھے لیکن اپنے دین سے منحرف نہیں ہوتے تھے۔ اللہ اس دین کو ضرور غالب کرے گا۔ یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا تو اسے راستے میں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا، البتہ اپنی بھیڑ بکریوں پر بھیڑیوں کا اندیشہ ہو گا، یہ سب کچھ ہو کر رہے گا، مگر تم لوگ جلد بازی کر رہے ہو"۔[31]

15-تعمیر واصلاح معاشرہ کی تربیت

نبی کریم ﷺ نے فرد کی انفرادی اصلاح پر ہی توجہ مرکوز نہیں فرمائی بلکہ پورے معاشرے کو مثالی بنانے کے لیے باہمی محبت اور ربط و تعاون کی فضا تشکیل دی۔ آپ خود بھی لوگوں سے تعاون فرماتے اور اصحاب کو بھی ماحول کی اصلاح کے لیے ہدایت جاری فرماتے۔

آج پوری دنیا میں ماحول کی حفاظت اور ماحولیاتی آلودگی کے خلاف جدوجہد کی آوازیں اٹھتی ہیں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے پندرہ صدیاں قبل ہی اپنے زیر تربیت افراد کو یہ شعور عطا فرمایا کہ لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچانے والے ہیں۔ غمزدہ کی دلجوئی، مقروض کی مدد، بیمار کی تیمارداری، مسافروں کے قیام و طعام، ناخواندگان کو تعلیم دینا، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی، مصیبت زدہ کی امداد، تحفظ زندگی، تحفظ دین، تحفظ مال، تحفظ نسب و خاندان تحفظ عقل معاشرے کے زیر دستوں کو اوپر اٹھانا، دولت کے ارتکاز کو روک کر طبقاتی کشمکش کا قلع قمع کر دینا۔

غرض اسلام دوسرے انسانوں کے لیے دردمندی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کا درس دیتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرہ بے چینی واضطراب اور بے شمار مسائل سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ یہ رویے آج بھی زیر تربیت افراد کو سکھانا اساتذہ کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے پر امن معاشرے کی تعمیر کے لیے ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو انسان کی انگلیوں کے ہر پور پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ جب کوئی انسان کسی انسان کے سوار ہونے میں مدد دیتا ہے، اس کے سامان کو لاد دیتا ہے یا اتار دیتا ہے تو یہ صدقہ ہے۔ کسی سے اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے، تکلیف دہ چیز کا راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔"[32]

16-غلطیوں کی اصلاح کا نبوی اسلوب

نبی کریم ﷺ کے اسلوب تربیت میں جہاں خیر و بھلائی پر عمل کی دعوت و ترغیب پر ترکیز نظر آتی ہے وہیں غلطیوں کی اصلاح کے لیے نہایت مثالی اسوہ بھی ملتا ہے، انسان کا خمیر ہی اسی طرح اٹھایا گیا ہے کہ ماسوائے انبیائے کرامؑ کے کوئی انسان معصوم عن الخطاء نہیں۔ چنانچہ اساتذہ کو یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ نبی کریم ﷺ جیسے عظیم معلم و مربی کے زیر تربیت افراد سے بھی غلطیوں کا صدور ممکن تھا تو آج کے انسانوں سے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ وہ غلطی نہیں کریں گے۔ تاہم اساتذہ کے لیے سیکھنے کی اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غلطیوں کی اصلاح کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی جس کے باعث ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ وجود میں آیا جہاں بڑے جرائم تو دور کی بات ہے، چھوٹی سی غلطی بھی کھٹک جاتی تھی۔ معاشرے میں کسی برائی کو قبول عام حاصل ہونا ممکن نہ رہا تھا جیسے ایک سفید کپڑے پر چھوٹا سا داغ بھی ناقابل برداشت ہوتا ہے بالکل اسی طرح ان پاکیزہ نفوس نے برائیوں کو رد کر دیا تھا۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ شاگرد کے دل میں اپنے استاد کا بہت احترام ہوتا ہے۔ چنانچہ اس پر استاد کی نصیحت اور روک ٹوک کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اصلاح و تربیت کے ذمہ داران کو یہ جان لینا چاہیے کہ جاہل کو تعلیم دینے کی حاجت ہوتی ہے۔ جسے کوئی شبہ یا غلط فہمی ہو جائے، اسے مسئلے کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے۔ غافل کو یاد دہانی درکار ہوتی ہے اور غلطی پر اصرار کرنے والے کو نصیحت کی

جانی چاہیے۔ در حقیقت سب مخاطبین کی یکساں اسلوب میں تربیت کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ لہذا جب بھی استاد اپنے طالب علم کی کسی غلطی کی اصلاح کا ارادہ کرے تو اسے اچھی طرح غور کر لینا چاہیے کہ اس غلطی کا سبب کیا ہے؟ جہالت؟ غلط فہمی؟ غفلت؟ کم علمی؟ غلط عادات کی پختگی یا لاشعوری طور پر خطا سرزد ہونا؟ وغیرہ۔ پھر مخاطب کی عمر اور استعداد کو پیش نظر رکھ کر اصلاح کے لیے کوئی قدم اٹھانا چاہیے۔

مخاطب کی نظر میں اپنے مقام کا صحیح اندازہ کرنا بھی ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کسی اجنبی یا بدو کی اصلاح کے لیے اپنے خاص صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی نسبت زیادہ نرمی سے کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی غزوہ تبوک میں عدم شرکت کی وجہ سے ان کی اصلاح کے لیے سخت طرز عمل اختیار کرنا ہمارے سامنے مثال ہے۔ جبکہ ایک بدو کے مسجد میں پیشاب کرنے اور ایک نوجوان کا زنا کی اجازت طلب کرنے پر آپ کا طرز عمل انتہائی نرم اور مشفقانہ نظر آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سزا کو آخری چارہ کار کے طور پر جائز رکھا تاہم دست مبارک سے کسی کی پٹائی کرنا ثابت نہیں۔ نیز اگر سزا ضروری ہو جائے تو بدنی سزا نہیں بلکہ حکمت پر مبنی ایسی سزا کہ غلطی کرنے والا نادم ہو کر اصلاح کی طرف لپک آئے۔ کبھی چہرے کے رنگ کا متغیر ہونا، کبھی زبانی ناراضگی کا اظہار، لیکن وہ بھی براہ راست نشانہ بنا کر نہیں اور سخت الفاظ کے ساتھ نہیں۔ جبکہ انتہائی سزا سماجی بائیکاٹ کی صورت میں ملتی ہے۔ زیادہ تر عفو در گزر اور چشم پوشی سے کام لیا۔ حسب ضرورت غلطیوں کا نوٹس لے کر خوش اسلوبی سے اصلاح فرمائی۔ ایک نو عمر صحابیؓ کو نبی کریم ﷺ کے حضور اس شکایت کے ساتھ پیش کیا گیا کہ کھجور کو پتھر مارتا ہے تو آپ ﷺ نے پوچھا: "اے بیٹے تم کھجوروں کو پتھر کیوں مارتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "میں انہیں گرا کر کھالیتا ہوں" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "تم پتھر پھینک کر گرایا نہ کرو، البتہ نیچے پڑی ہوئی ہو تو اسے کھالیا کرو۔" یہ کہہ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: "اے اللہ اسے سیر شکم کر دے۔"[33]

مختصراً یہ کہ نبی کریم ﷺ کا اسلوب اصلاح و تربیت سراسر حکمت پر مبنی ہے اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی شاندار و باکمال شخصیات کی تیاری کا راز ہے۔ عصر حاضر میں اساتذہ کے لیے مطلوبہ طرز عمل یہی ہے کہ وہ پہلے اپنی ذات کو اعلی اخلاق واوصاف سے مزین کریں پھر اپنے زیر تربیت سرمایہ امت کی انہی مضبوط بنیادوں پر اسلوب نبوی ﷺ کے مطابق تربیت کا فریضہ سرانجام دیں جن پر معلم انسانیت نے صحابہ کرامؓ کی سیرت سازی فرمائی تھی۔

سفارشات

- تعلیم وتربیت کو بنیادی حق تسلیم کرتے ہوئے ہر شہری کو بلا تفریق جنس اور مذہب یہ حق فراہم کیا جائے۔
- تعلیم کے میدان میں طبقاتی فرق کو مٹانے کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔
- نصاب تعلیم کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرتے ہوئے قومی تقاضوں کے مطابق تعلیم دی جائے۔
- حکومت کو grass root level پر اساتذہ کرام کی دینی تربیت کے خصوصی کورسز کا انعقاد کرنا چاہیے۔
- اساتذہ کی ٹریننگ کے اداروں (نجی / سرکاری) کو پابند کیا جائے کہ وہ اساتذہ کی پیشہ وارانہ تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کو بھی بھرپور اہمیت دے کر تربیتی ورکشاپس کے نصاب میں شامل کریں۔

- پاکستان کے کارپوریٹ لاء کے مطابق جسمانی سزا قانوناً بھی منع کردی گئی ہے لہٰذا اس قانون کے بارے میں عوامی آگہی کا اہتمام کیا جائے اور عام تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ دینی مدارس کو بھی اس قانون کا پابند کیا جائے نیز قانون شکنی کے مرتکب افراد کی سزاؤں کی تشہیر کی جائے۔
- تعلیمی اداروں میں اساتذہ کے لیے قرآن کریم مع ترجمہ و تفسیر اور سیرت النبیؐ کا مطالعہ کرنے کے لیے ہفتہ وار / پندرہ روزہ / ماہانہ اسٹڈی سرکلز کا اہتمام کیا جائے۔
- ممتاز ماہرین تعلیم کے خصوصی لیکچر زکو الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے عام کیا جائے جن میں معلم انسانیت ﷺ کے اسلوب تعلیم و تربیت پر گفتگو کی جائے۔

---

[1]Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ed. Jamāʿat min al-ʿUlamāʾ (Būlāq, Miṣr: al-Maṭbaʿah al-Kubrā al-Amīriyyah, 1311H), vol. 1, p. 12, ḥadīth no. 15.

[2] Khurshīd Aḥmad, Nazariyyah, Riwayat aur Masāʾil (Islāmābād: Institute of Policy Studies, 2nd ed., 1996), p. 18.

[3] Khālid ʿAlvī, Islām kā Muʿāsharatī Niẓām (Lahore: al-Faiṣal Nāshirān wa Tājirān Kutub, 2005), p. 395.

[4] Al-Qurʾān, Sūrah al-Dhāriyāt 51:56.

[5] Al-Qurʾān, Sūrah al-Ḥajj 22:4; Sūrah Āl ʿImrān 3:110.

[6] سو Al-Qurʾān, Sūrah Fāṭir 35:28.

[7]Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī (Ibn Mājah), Sunan Ibn Mājah, ed. Dār al-Salām (Riyāḍ: Maktabat al-Maʿārif, n.d.), vol. 5, p. 3833, ḥadīth no. 7.

[8] اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں ۔ Al-Qurʾān, Sūrah al-Ṣaff 61:2.

[9] Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī (Ibn Mājah), Sunan Ibn Mājah, Kitāb al-Zuhd, Bāb al-Ḥikmah (Riyāḍ: Dār al-Salām), vol. 5, ḥadīth no. 4169.

[10] Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Miṣr: al-Maṭbaʿah al-Amīriyyah, 1311H), ḥadīth no. 6780.

[11] Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Aṭʿimah, Bāb al-Tasmiyah ʿalā al-Ṭaʿām.

[12] Al-Qurʾān, Sūrah al-Māʾidah 5:42; Sūrah al-Ḥujurāt 49:9; Sūrah al-Mumtaḥanah 60:8.

[13] م Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Maghāzī, ḥadīth no. 3983.

[14] ʿAbdullāh Nāṣiḥ ʿUlwān, Tarbiyat al-Awlād fī al-Islām (Lahore: ʿIlm-o-ʿIrfān Publishers), vol. 1, p. 140.

[15] اے ہمارےرب ! ان میں انہی میں ایک رسول اٹھاناجوان پر تیری آیات کی تلاوت کرے ، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے ۔ Al-Qurʾān, Sūrah al-Baqarah 2:129.

[16] Al-Qurʾān, Sūrah al-Baqarah 2:151; Sūrah Āl ʿImrān 3:164; Sūrah al-Jumuʿah 62:2.

[17] Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Adab, Bāb “Yassirū wa lā tuʿassirū,” ḥadīth no. 6125.

[18] Muḥammad bin ʿĪsā al-Tirmidhī, Jāmiʿ al-Tirmidhī (Riyāḍ: Dār al-Salām), vol. 2, ḥadīth no. 416.

[19] Al-Bukhārī, Kitāb al-Zakāh; Muslim, Kitāb al-Īmān.

[20] Muslim bin al-Ḥajjāj al-Qushayrī, Ṣaḥīḥ Muslim (Riyāḍ: Dār al-Salām), Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah, ḥadīth no. 6579.

[21] Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Adab, ḥadīth no. 6016.

[22] Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyāʾ.

[23] Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Adab. Bab Fi Al-Nasihat

[24] Al-Bukhārī, Kitāb al-Ṭalāq, Al-Liaan.

[25] Muslim, Kitāb al-Zuhd. - باب الدنیا سجن المومن وجنۃالکافر

[26] Al-Tirmidhī, Kitāb al-Manāqib.

[27] Ibn Mājah, Kitāb al-Manāsik; al-Nasāʾī, Kitāb Manāsik al-Ḥajj.

[28] Al-Bukhārī, Kitāb al-Adhān; Muslim, Kitāb al-Ṣalāh. کتاب الصلاۃ، باب القراء ۃ فی العشاء

[29] Al-Bukhārī, Kitāb al-Ṣawm. باب حق الجسم فی الصوم

[30] اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنا یا ہے Al-Qurʾān, Sūrah al-Baqarah 2:143.

[31] Al-Bukhārī, Kitāb al-Manāqib. باب علامات النبوۃ فی الاسلام

[32] Al-Bukhārī, Kitāb al-Jihād -باب من اخذ بالرکاب ونحو ہ، مسلم: کتاب الزکاۃ

[33] Abū Dāwūd, Kitāb al-Jihād.